بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۵

نمبر ۹۱ — جلد ۱۷

الفضل قادیان

ہفتہ میں چار بار

ایڈیٹر غلام نبی

مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۳۰ء

شریف مُسلمانوں سے اپیل

ایک بہت بڑے اندرُونی فتنہ سے مُسلمانوں کو بچاؤ

یہ حق تو ہر شخص کو حاصل ہے۔ کہ وُہ جو عقیدہ چاہے۔ رکھے۔ اور جس جماعت کے ساتھ چاہے۔ شامل رہے۔ لیکن یہ حق کسی کو نہیں ہو سکتا۔ اور نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ جس جماعت کو سب سے بہترین اور سب سے بڑھ کر حق پر سمجھکر ایک عرصہ اس کی تعریف و توصیف میں گذارا ہو۔ آخرت کی بہتری اور بھلائی کا اس پر انحصار رکھا ہو۔ اور دین و ایمان ایسی قیمتی اور گراں قدر چیز کو اس سے وابستہ کیا ہو۔ اس سے قطع تعلق کرتے ہی دنیا کی ساری برائیاں اور بدیاں اس کی طرف منسُوب کی جائیں۔ سب سے بدتر اور بُرا اسے ٹھیرایا جائے۔ اور اس کی دلآزاری اور تکلیف دہی کے لئے انسانیت اور شرافت کے آداب خاک میں ملا دئے جائیں۔ اور اگر کوئی ایسا کرے۔ تو تمام شریف اور مہذب انسانوں کا فرض ہونا چاہیئے کہ اسے نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھیں۔ اور اس کی باتوں کو محض کمینگی اور شرارت سمجھیں۔

ان لوگوں نے جو قادیان میں سوئیوں کی مشینیں بنایا کرتے تھے۔ اور جنھوں نے بارہا اس قسم کے بڑے بڑے دعوے کئے۔ کہ وُہ قادیان کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرکے آئے۔ اور سلسلہ سے بڑا اخلاص رکھتے تھے۔ جماعت احمدیہ سے خارج کئے جانے پر جس قسم کا شرمناک رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ اسی سے ان کی شرافت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن چونکہ دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں۔ جو ضد اور عداوت میں ہر ناجائز سے ناجائز حرکت جائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے جماعت احمدیہ کے خلاف شرمناک الزام لگانے اور بہتان تراشنے والوں کو اپنے بہت سے مددگار میسر آگئے۔ اور ان کی شہہ پر روز بروز فتنہ انگیزی میں بڑھتے گئے۔ اور اب اسے اس قدر وسعت دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کہ اگر ملک و ملت کا درد رکھنے والے اصحاب اس کے انسداد کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ تو یہ فتنہ و فساد کی ایک مستقل بنیاد قائم ہو جائے گی۔ اور اس کے نہایت ہی خطرناک نتائج نکلیں گے۔

ذرا اتنا تو غور کرنا چاہیے جماعت احمدیہ جو دوسرے تمام مسلمانوں سے زیادہ تعلیم یافتہ جماعت ہے جس میں دنیوی لحاظ سے بھی اعلےٰ پایہ کے انسان پائے جاتے ہیں۔ جو دنیا کی اصلاح اور تربیت کا دعوےٰ لے کر اٹھی ہے۔ اور جو تمام مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی صداقت اور حقانیت ثابت کرنے کی مدعی ہے۔ کیا وُہ ساری کی ساری ایسی ہو سکتی ہے جس میں نہ جذبات غیرت و حمیت ہوں۔ نہ پاس عفت و عصمت۔ لیکن چند ایسے افراد جو کیا بلحاظ اخلاق و عادات۔ کیا بلحاظ تعلیم و تربیت اور کیا بلحاظ دنیوی حیثیت و حالات نہایت ادنےٰ درجہ کے ہیں۔ دُنیا کی ساری غیرت و شرافت انہیں حاصل ہو گئی ہے۔ کوئی عقلمند ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا۔ پھر جو لوگ جماعت احمدیہ کے خلاف اتہام لگانے اور بہتان تراشنے والوں کی حمایت کر رہے ہیں۔ وُہ خود ہی غور کریں۔ کس قدر ظلم کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو کتنے بڑے فتنہ میں ڈال رہے ہیں۔ اپنے دینی اور رُوحانی پیشوا کی معمولی ہتک کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ پھر کس طرح خیال کیا جا سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے امام۔ ان کے خاندان کی خواتین جماعت کے معزز کارکنوں اور معزز خواتین کے خلاف اس درجہ شرمناک اور حیاسوز جھوٹے اور بناوٹی الزامات لگائے جائیں۔ اور بار بار لگائے جائیں لیکن کوئی فتنہ نہ پیدا ہو۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ اس قسم کی شرارتوں کا نتیجہ لڑائی۔ جھگڑا۔ فتنہ و فساد حتیٰ کہ قتل و خونریزی معمولی بات ہے۔

ان حالات میں ہم شریف مسلمانوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ وُہ ان لوگوں کو فتنہ پردازی سے روکیں۔ جو شرافت کے حدُود توڑ کر محض ستانے دکھ دینے اور اشتعال دلانے کے لئے جماعت احمدیہ کی دل آزاری کر رہے ہیں۔ تاکہ مسلمان بہت بڑے اندرُونی فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔ ان کی طاقت و قوت آپس میں ایک دوسرے کی تخریب اور بربادی میں ضائع نہ ہو۔ اگر عام مسلمان ایسے فتنہ پرداز لوگوں اور ان کے حامیوں کی حرکات کو نفرت کی نظر سے دیکھیں۔ انہیں وعظ و نصیحت کریں۔ آپس کی تباہی و بربادی کے نقصانات سے آگاہ کریں تو بہت کچھ اصلاح کی امید ہو سکتی ہے [illegible] سے توقع رکھتے ہیں۔ کہ اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

ایک اور احمدی کی گرفتاری

معلوم ہوا ہے۔ ایک غریب احمدی کو جو پُرانے پارچات اور بچوں کے کھلونے پھیری کے ذریعہ فروخت کیا کرتا ہے۔ اور جس کا نام عبداللہ ہے ۳۰۔ اپریل مستری عبدالکریم کی اس شکایت پر کہ وُہ اسے قتل کرنے کے لئے آیا ہے۔ پولیس نے بٹالہ میں گرفتار کر لیا۔ کیا اس سے یہ سمجھا جائے۔ کہ چونکہ مستری بٹالہ میں اڈا جمائے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہاں احمدیوں کا جانا منع ہے۔ اور خاص کر [illegible] گذرنا تو بہت بڑا جرم ہے۔ جہاں وُہ [illegible] اور اگر کوئی گذرے۔ تو پولیس [illegible] پر فوراً اسے گرفتار کر لینے کے [illegible] ہمیں اپنے اس بھائی کی گرفتاری [illegible] حالات کا انتظار ہے۔ جو معلوم ہونے پر [illegible] کئے جائیں گے۔

قاضی محمد علی صاحب کون ہیں

بٹالہ کے ایک مستری کے قتل کے شبہ میں جس احمدی کو پولیس نے گرفتار کیا ہے۔ وہ ایک زیندار متقی اور احمدیت کے متعلق بہت جوش رکھنے والا نوجوان ہے۔ جو چند ہی سال ہوئے سلسلہ میں داخل ہوا ہے۔ نوشہرہ کلاں اس کا اصلی مسکن ہے جہاں اس کی زرعی زمین کے علاوہ لنگی کلاہ کی دوکان بھی ہے۔ اور خدا کے فضل سے آسودہ حال احمدی ہے۔ اس کا خاندان۔ والدہ بھائی بیوی اور ایک لڑکے پر مشتمل ہے۔ احباب دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ اس خاندان پر اپنا فضل کرے۔ اور ان انعامات کا وارث بنائے۔ جو خدا کے خاص بندوں کا حصہ ہوتے ہیں۔

بٹالہ کا مستری کس طرح قتل ہوا

بٹالہ میں ایک مستری کے قتل کے واقعہ کے متعلق تا حال ہمیں کوئی معتبر اطلاع نہیں حاصل ہو سکی۔ کہ وہ کس طرح قتل ہوا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ قاضی محمد علی صاحب گورداسپور سے بس لاری میں آ رہے تھے۔ اسی میں مباہلہ والے مستری اور ان کے مددگار ایک کافی تعداد میں موجود تھے۔ دوران سفر میں قاضی صاحب کی مستری عبدالکریم سے گفتگو ہوتی رہی جس میں زیادہ تر زور انہوں نے اس بات پر دیا۔ کہ مخالفت کی وجہ سے شرافت اور انسانیت کو خیر باد نہیں کہنا چاہیئے۔ اور جھوٹے الزامات لگا کر احمدیوں کی دل آزاری نہیں کرنی چاہیئے۔ عبدالکریم نے اپنی اس روش پر اصرار کیا اور مباہلہ کا ایک پرچہ نکال کر نہایت گندے اور اشتعال انگیز فقرات سنانے شروع کر دئے۔ اس پر ہاتھا پائی شروع ہو گئی۔ مستری عبدالکریم نے چاقو نکال لیا۔ اور قاضی محمد علی صاحب کے بھی چاقو [illegible] لیکن عبدالکریم فوراً ہی پہلو بچا کر بھاگ [illegible] لاری میں جتنے لوگ سوار تھے۔ وہ سارے [illegible] قاضی صاحب پر پل پڑے۔ اور بے [illegible] شروع کر دیا۔ ایسی حالت میں انہوں نے اپنے بچاؤ کے لئے جد وجہد کی۔ لیکن انہیں بہت [illegible] نے اس قدر مارا۔ کہ بے ہوش کر دیا۔ اور پھر انہیں معلوم نہ ہوا۔ کہ کیا ہوا۔ اور جب ہوش آیا۔ تو دیکھا۔ کہ ایک شخص زخمی پڑا ہے جو بعد میں مر گیا۔ اور وہ دوسروں کے پنجے میں گرفتار ہیں۔

اس کے بعد پولیس نے آ کر انہیں گرفتار کر لیا اب وہ بٹالہ میں محبوس ہیں۔ اور خدا کے فضل سے ہر طرح خوش وخرم ہیں۔

کیا راجپال کو ظفر علی نے قتل کرایا

ظفر علی نے جو ہمارے خلاف ہر قسم کی غلط بیانی اور بے ہودہ گوئی جائز سمجھتا ہے۔ بٹالہ میں تقریر کرتے ہوئے نہایت دیدہ دلیری سے مستری محمد حسین کے قتل کے متعلق کہا۔ اسے خلیفہ قادیان نے قتل کرایا ہے۔ اور پھر عوام کو بدلہ لینے کی تلقین کرتے ہوئے سخت اشتعال دلایا۔ ظفر علی کی اسی دروغگوئی کو ملاپ نے بھی دوہرایا ہے۔ لیکن اگر قتل کے شبہ میں گرفتار ہونے والے کے احمدی ہونے کی وجہ سے ظفر علی اس قتل کو حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کر سکتا ہے تو اسی دلیل کے ماتحت کہا جا سکتا ہے۔ کہ راجپال کو ظفر علی نے قتل کرایا تھا۔ اور علم دین نے اس کے ایما پر قتل کیا تھا۔ کیونکہ "زمیندار" نے نہ صرف علم دین کو غازی اور شہید قرار دیا۔ بلکہ اس کی لاش کے جلوس کا سب سے بڑا منتظم بقول خود ظفر علی ہی تھا۔ آریوں کو چاہیئے۔ پہلے ظفر علی سے راجپال کے قتل کا بدلہ لیں۔ اور پھر ظفر علی کی بے ہودہ گوئی پر اعتماد کریں۔

ظفر علی کا ناپاک الزام

ظفر علی نے احمدیوں کو دکھ دینے اور عافیت تنگ کر دینے کی تلقین کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے، کہ بانیٔ احمدیت نے "انبیاء اور بزرگان دین کی افسوسناک توہین کی ہے۔ اور مسلمان اپنے آقا و مولےٰ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتے"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انبیاء اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کا الزام لگانا ایسا ہی ہے۔ جیسے دن کو رات اور نور کو ظلمت کہنا۔ وہ انسان جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ گذارا۔ جس نے تمام بنی نوع انسان سے آپ کو کامل اور اکمل ثابت کیا۔ جس نے آپ کے خوان کرم کا اپنے آپ کو ریزہ چیں بتایا۔ جس نے آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔ "وہ ہے میں چیز کیا ہوں" اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ سرور دو عالمؐ کی توہین کا مرتکب ہوا۔ ایسی بددیانتی اور بے ہودہ گوئی ہے۔ جس کا ارتکاب کوئی شریف انسان نہیں کر سکتا۔

بانیٔ آریہ سماج اور ظفر علی

ہم ظفر علی اور اس کے ہم خیالوں سے پوچھتے ہیں۔ اگر بانیٔ احمدیت کی سرور کائنات کی حمد و ستائش سے پر تحریروں میں انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین نظر آتی ہے۔ تو کیا بانیٔ آریہ سماج پنڈت دیانند کی "ستیارتھ پرکاش" انہیں تعریف وتوصیف سے بھری ہوئی دکھائی دیتی ہے اور کیا وہ تمام گندے اور ناپاک الفاظ جو پاکبازوں کے سردار سید ولد آدم کے خلاف پنڈت دیانند نے استعمال کئے۔ وہ بالکل درست اور صحیح ہیں۔ اگر نہیں۔ تو بتایا جائے۔ آج تک ظفر علی اور اس کے ساتھیوں نے آریوں کے خلاف کیا کارروائی کی۔ کیا ان سے "معاشرتی مقاطعہ" کیا۔ کیا ان کی "عافیت تنگ" کی۔ اس قسم کی کسی بات کو عمل میں لانا تو الگ رہا۔ کبھی اس کا اظہار بھی کیا۔ اظہار کیسا۔ یہی ظفر علی ابھی دیانند کی انہی دنوں بے حد تعریف کر چکا ہے ہے کہ اسی تقریر میں جس میں اس نے احمدیوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے قرار دیتے ہوئے یہ خوف دلایا ہے۔ کہ "مسلمان اپنے آقا و مولےٰ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتے"۔ یہ بھی تلقین کی ہے:۔

"مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ حتے الوسع بپاس خاطر ہندو گائے کی قربانی نہ کریں"۔

ہندوؤں کا پاس خاطر

ہندوؤں کے پاس خاطر کا تو اتنا خیال۔ اور ان ہندوؤں کی اتنی دلداری جو ابھی ابھی راجپال دھرم بھکشو۔ کالی چرن اور دیوی شرن شرما جیسے بد زبان لوگوں کی پشت وپناہ بنے ہوئے تھے۔ اور اب بھی ہیں جنہوں نے فخر دو عالمؐ کی ذات والا صفات کے متعلق بے حد گندے الفاظ استعمال کئے۔ لیکن احمدیوں کے متعلق یہ فتوےٰ کہ ان کا معاشرتی مقاطعہ کیا جائے۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

جو لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدترین دشمنوں کے ساتھ اس طرح شیر و شکر ہوں۔ جو ان کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے اس طرح بچھے جاتے ہوں۔ انہیں یہ کہتے ہوئے شرم آنی چاہیئے۔ کہ وہ اپنے آقا و مولےٰ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے"۔ اگر ظفر علی کے اس دعوے میں کچھ بھی حقیقت ہے۔ تو وہ اٹھے اور اپنے سابق قول کو سے کر "ستیارتھ پرکاش" کو نابود کرے۔ آریوں کا کلی مقاطعہ کرے۔ ان کی عافیت تنگ کر دے۔ پھر احمدیوں کے متعلق جو چاہے کرے۔ لیکن جبکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدترین دشمنوں اور بدگوؤں کے ساتھ دن رات ہم نوالہ وہم پیالہ رہتا ہے۔ ان کی دہلیزوں پر ناک رگڑنا اس کا آٹھ پہر کا شغل ہے۔ ان کی خوشنودی کی خاطر مسلمانوں کے حقوق کو برباد کرنا اس کا روز کا مشغلہ ہے۔ تو کس مونہہ سے کہہ رہا ہے۔ کہ رسول کریم کی توہین وہ برداشت نہیں کر سکتا۔

یہ سب کچھ در اصل ہندوؤں کی خاطر مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور اپنے حقوق سے غافل کرنے کے منصوبے ہیں۔ جنہیں ناکام بنانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ہم مسلمانوں کی دور اندیشی اور عقلمندی سے توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ وقت کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کی تخریب کے درپے نہیں ہونگے۔ نہ آپس میں نئے فتنے پیدا کریں گے۔ بلکہ اتحاد اور اتفاق سے مخالف حالات کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرینگے۔

مستریوں سے متعلق مقدمہ بلوہ شروع ہو گیا

یکم مئی سنہ۳۰ء اس مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی جو ۲۸ مارچ سنہ۳۰ء کے واقعہ کے متعلق پولیس کی طرف سے زیر دفعہ ۱۴۷ تعزیرات ہند مندرجہ ذیل اصحاب کے خلاف چلایا گیا ہے۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب۔ مولوی محمد یار صاحب مولوی فاضل مولوی عبدالاحد صاحب مولوی فاضل چودہری محمد بوٹا صاحب تاجر۔ میاں عبداللہ خان صاحب افغان۔ تاجر۔ مستری وزیر محمد صاحب تاجر چوب۔ سید احمد ولد ڈاکٹر غلام غوث صاحب متعلم مدرسہ احمدیہ:

مقدمہ دیوان سکھانند صاحب مجسٹریٹ علاقہ کی عدالت میں قبل دوپہر پیش ہوا۔ استغاثہ کی طرف سے کورٹ انسپکٹر اور ان کے مددگار کے علاوہ مسٹر عبدالرشید۔ لالہ پشاوری مل اور سردار گنڈر سنگھ وکلائے گورداسپور پیش ہوئے۔ اور صفائی کی طرف سے بابو شیخ محمد صاحب۔ لالہ سنت رام صاحب۔ مرزا عبدالحق صاحب اور مولوی فضل الدین صاحب وکلاء موجود تھے۔

آغاز مقدمہ سے پیشتر عدالت نے پریس رپورٹروں اور وکلاء کے علاوہ باقی تمام لوگوں کو کمرہ عدالت سے باہر چلے جانے کی ہدایت کی۔

عبدالرحمٰن مضروب نے اپنا بیان دیا۔ جو آگے درج ہے۔ دوران بیان میں لالہ پشاوری مل وکیل نے جو عبدالرحمٰن مضروب کے مقدمہ زیر دفعہ ۱۵۳ میں بھی اس کے وکیل ہیں۔ ایک درخواست پیش کی۔ کہ گواہ چونکہ مقدمہ زیر دفعہ ۱۵۳ میں ملزم ہے۔ اس لئے زیر دفعہ ۱۳۲ قانون شہادت اس سے سلوک کیا جائے۔ اس پر فریقین کے وکلا نے اپنے اپنے قانونی نقطہ خیال کو پیش کیا۔ کورٹ انسپکٹر صاحب نے بھی اس کی تائید کی۔

اس کے بعد عدالت لنچ کے لئے برخاست ہوئی پھر اسی سوال پر تھوڑی سی بحث ہو کر عبدالرحمٰن سے ایک سوال پوچھکر پولیس نے اس کی شہادت ختم کر دی اور لالہ سنت رام صاحب نے گواہ پر جرح شروع کر دی ابھی جرح جاری تھی کہ ڈاکٹر صاحب نے جو شہادت کے لئے بٹالہ سے آئے تھے خواہش کی۔ کہ ان کی شہادت ہو جائے۔ عدالت نے فریقین سے دریافت کیا۔ اور فریقین کی منظوری سے ڈاکٹر صاحب نے اپنا بیان مضروب کے طبی معائنہ کے متعلق اپنے ریکارڈ سے دیا۔

ڈاکٹر صاحب کے بیان کے بعد پھر جرح شروع ہوئی۔ ابھی چند سوال ہی پوچھے تھے۔ کہ عدالت نے دریافت کیا۔ کیا آج جرح ختم ہو جائیگی۔ لالہ سنت رام صاحب نے جواب دیا۔ نہیں۔ اس پر عدالت نے مناسب سمجھا۔ کہ مقدمہ کل ۲ مئی پر ملتوی کر دیا جائے۔

مقدمہ چونکہ عدالت میں ہے۔ اس کی نوعیت کے متعلق کہنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم ضروری روئداد شایع کرتے رہیں گے۔ جماعت قادیان نے اپنے ان بھائیوں کے ساتھ جن پر مقدمہ دائر کیا گیا ہے عملی ہمدردی کا اظہار دینی رنگ میں کیا۔ ان کے لئے صدقہ کیا گیا۔ اور جماعت کے تمام افراد دعاؤں سے ان کی مدد کر رہے ہیں۔ اور حقیقت میں یہی سچی ہمدردی ہے۔

ذیل میں گواہ استغاثہ عبدالرحمٰن مضروب کا بیان درج کیا جاتا ہے جو مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے بڑی عمدگی سے الفضل کے لئے نوٹ کیا۔

بیان گواہ عبدالرحمٰن مضروب

میرا نام عبدالرحمٰن۔ باپ کا نام محمد وارث قوم افغان عمر ۲۰ سال ہے۔ (حلف دیا گیا۔ جو کہونگا ایمان سے سچ کہونگا)

بیان کیا۔ کہ واقعہ ۲۸ مارچ سنہ۳۰ء کو دو اڑھائی بجے دوپہر کا وقت ہوگا۔ کہ میں بڑے بازار کے شریف درزی سے اپنی واسکٹ لینے کو گیا۔ میں بازار سے واپس اپنے گھر کو مسجد اقصیٰ کی عقبی گلی سے جا رہا تھا۔ جو کہ شارع عام ہے۔ بڑے بازار سے ہمارے مکان کو جانے کے لئے اور بھی قریب تر راستے ہیں۔ مگر وہ ہم لوگوں یعنی کارکنان مباہلہ کے لئے خلیفہ قادیان کی طرف سے بند کئے جا چکے ہیں۔ سنہ۲۷ء میں اس بارہ میں ایک کیس بھی چلا تھا۔

جب میں محراب کے سامنے کی کھڑکی کے قریب پہونچا۔ وہ کھڑکی مسجد کا حصہ ہے۔ تو میں نے مسجد کی وہ کھڑکی کھلی دیکھی۔ جو محراب کے ساتھ ہے۔ وہ گلی جس میں سے میں گذر رہا تھا۔ محراب کے متصل کی کھڑکی سے پانچ دس فٹ کے فاصلہ پر ہوگی۔

جمعہ کا وقت تھا۔ خطبہ ہو رہا تھا۔ خلیفہ قادیان خطبہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے مولوی محمد یار کو دیکھا جس نے غالباً تھوکنے کی غرض سے سر باہر نکالا تھا۔ میں مولوی محمد یار کو شناخت کرتا ہوں۔ وہ اس وقت کمرہ عدالت میں موجود ہے۔ خطبہ نہایت اشتعال انگیز تھا۔ میں نے خطبہ کے الفاظ نہیں سُنے۔ میں نے صرف یہ سنا۔ کہ مولوی محمد یار نے کہا۔ "ایک دُشمن یہ جا رہا ہے" مولوی محمد یار کے ان الفاظ پر عبدالاحد اس کھڑکی سے کود کر باہر آگیا۔ میں عبدالاحد کو شناخت کرتا ہوں۔ کمرہ عدالت میں موجود ہے۔ عبدالاحد کے بعد اور چھ شخص کود کر مسجد سے باہر آگئے۔ سید یا سید احمد ڈاکٹر غلام غوث کا لڑکا۔ وزیر محمد ترکھان۔ ڈاکٹر حشمت اللہ۔ عبداللہ پٹھان۔ چودہری بوٹا۔ اور محمد یار یہ ساتوں آدمی اس وقت عدالت میں موجود ہیں۔ میں ان سب کو پہچانتا ہوں۔

عبدالاحد کے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ وزیر محمد کے ہاتھ میں بھی لاٹھی تھی۔ اور عبداللہ پٹھان کے ہاتھ میں بھی لاٹھی تھی۔ باقی چاروں خالی ہاتھ تھے کوچہ شارع عام اور اس کھڑکی کے درمیان خالی جگہ ہے۔

لاٹھی سے مسلح تینوں نے آکر مجھ پر لاٹھی سے حملہ کیا۔ چودہری بوٹا نے میرا گلا گھونٹا اور دیوار کے ساتھ دبایا۔ جب یہ لوگ کھڑکی سے کودے تو میں بازار کی طرف بھاگا۔ جس دیوار کے ساتھ چودہری بوٹا نے مجھے دبایا تھا۔ بازار سے آتے وقت وہ بائیں ہاتھ کو پڑتی ہے مجھے معلوم نہیں کہ وہ دیوار کس کی ہے۔ چودہری بوٹا نے گھسیٹ کر دیوار کے ساتھ دبایا تھا۔

جب ان لوگوں نے حملہ کیا۔ تو میں بازار کی طرف اس لئے لوٹا تھا۔ کہ بازار میں لوگ دی ہونگے۔ تو مجھے بچا لینگے۔ میں سات یا دس کرم بھاگا ہونگا۔ کہ مجھے پکڑ لیا گیا۔ باقی ملزمین نے مُونہہ سے کہہ مارنے شروع کئے تھے مجھے یہ لوگ گھسیٹ رہے تھے۔ میں کچھ نہ کر سکتا تھا۔ گھسیٹنے سے میری مراد یہ ہے۔ کہ کوئی میرے بازو کھینچ رہا تھا۔ کوئی گلا دبا رہا تھا۔ اور کوئی لاٹھی برسا رہا تھا۔

جب مجھ پر یہ واقعہ گذر رہا تھا۔ تو میں نے کار خاص کے ایک سپاہی کو وہاں دیکھا۔ جو اس کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے پکارنا شروع کیا۔ کہ "یہ مر جائیگا۔ اسے چھوڑ دو"

کار خاص کے سپاہی کی آواز پر ان لوگوں نے مجھے مارنا چھوڑ دیا۔ اور واپس چلے گئے۔ علاوہ کار خاص کے آدمی کے دو اور آدمی فیض اللہ ولد امان اللہ اور رحمٰن مسجد ارائیاں کی طرف سے آ رہے تھے۔ یہ دونو اس وقت آئے جب حملہ آور کھڑکی سے کود رہے تھے۔ پھر کہا۔ کہ یہ دونو اس وقت آئے۔ جب حملہ آور مجھے پکڑ رہے تھے مجھے علم نہیں۔ کہ کار خاص کا سپاہی کہاں گیا۔ میں تھانہ قادیان میں بہت مصیبت سے پہونچا تھا۔ کیونکہ میرے ایک پاؤں پر لاٹھی لگی تھی۔ میں لنگڑا تا گیا تھا۔ میں نہیں بتا سکتا۔ کہ وہ سپاہی کس طرف کو گیا۔ مسجد کو یا تھانہ کو۔ مسجد سے تھانہ نصف فرلانگ یا چوتھائی فرلانگ کے فاصلہ پر ہوگا۔ تھانہ میں سردار فرزند رسنگھ موجود تھے۔ میں نے رپورٹ تھانہ میں لکھوائی تھی۔ میرے بیان پر میرے دستخط کرائے گئے تھے:

ضربات میرے سر پر تھیں۔ ایک ضرب ٹانگ پر بھی تھی۔ اور تمام جسم پر ضربات تھیں۔ جن کی تعداد وغیرہ مجھے معلوم نہیں۔ میرا ڈاکٹری معائنہ کرایا گیا تھا۔ واقعہ کے دن کی بعد کی رات یعنی ۲۸ و ۲۹ کی درمیانی رات کو معائنہ ہوا تھا۔ معائنہ بٹالہ کے ڈاکٹر نے کیا تھا۔ معائنہ کے بعد پندرہ سولہ دن میں ہسپتال میں زیر علاج رہا تھا تمام ملزم خلیفہ قادیان کے مرید ہیں۔ ڈاکٹر حشمت اللہ خلیفہ قادیان کے فیملی ڈاکٹر ہیں۔ عبدالاحد ان کا پریچر ہے۔ اوروں کا مجھے علم نہیں۔ کہ وہ خلیفہ قادیان کے ملازم ہیں۔ یا کہ نہیں۔ کار خاص کا وہ سپاہی میرے تھانہ پہونچنے کے ایک گھنٹہ بعد تھانہ میں پہونچا تھا:

میں اس واقعہ سے پندرہ بیس روز پہلے سے اخبار مباہلہ کا ایڈیٹر ہوں۔ یہ اخبار دسمبر ۲۸ء سے جاری ہے۔ قادیان سے نکلتا ہے۔ مجھ سے پہلے محمد زاہد اس کا ایڈیٹر تھا۔ وہ میرا استاد ہے۔ وہ پڑھانے میں میرا استاد ہے۔ میرا اصلاح کار بھی ہے اور مکینک یعنی لوہارے کام کا بھی استاد ہے

(وقفہ لنچ)

(لنچ کے بعد دو بجے)

مجھ پر یہ حملہ اس وجہ سے کیا گیا تھا۔ کہ میں نے اپنے اخبار میں ایسے مضامین لکھے تھے۔ جو ملزمین کو ناپسند تھے۔ اور وہ لوگ ان مضامین سے ناخوش تھے۔ ان مضامین میں میں نے خلیفہ قادیان کے چال چلن اور پوشیدہ حالات کا اظہار کیا تھا۔

جرح پر بیان

محمد زاہد کے باپ کا نام فضل کریم ہے۔ محمد زاہد کا بھائی عبدالکریم ہے۔ میرا ان سے کوئی رشتہ نہیں۔ مجھے ان کی ذات کا علم نہیں۔ میری ذات اور ان لوگوں کی ذات ایک نہیں۔ فضل کریم عبدالکریم اور محمد زاہد قادیان میں رہتے ہیں مجھے معلوم نہیں۔ کہ کب سے رہتے ہیں مجھے آٹھ سال سے علم ہے۔ کہ وہ قادیان میں رہتے ہیں۔ میں آٹھ سال کے عرصہ میں مسلسل قادیان میں نہیں رہا۔ میرا اصل وطن ضلع ایبٹ آباد ہے۔ میں پٹھان ہوں مجھے قادیان آئے آٹھ سال ہوئے ہیں۔ میں قادیان میں خلیفہ صاحب کا مرید بن کر آیا تھا۔ میری عمر اس وقت تیرہ چودہ برس تھی۔ میرے والد زندہ ہیں۔ وہ احمدی ہیں۔ اور خلیفہ قادیان کے مرید ہیں۔ والدہ میری فوت ہو چکی ہے۔ میرے دو بھائی ہیں۔ ایک مجھ سے بڑا۔ دوسرا چھوٹا۔ وہ دونو اس وقت احمدی تھے۔ خلیفہ قادیان کے مرید تھے۔ اب مجھے علم نہیں۔ کہ مرید ہیں۔ یا نہیں۔ میرے بڑے بھائی کی شادی ہو چکی ہے۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ ان مردوں کے سوا کوئی مستورات بھی آئی ہیں۔ میرا باپ جلسہ پر آیا کرتا تھا۔ والدہ کبھی نہیں آئیں۔ (جوش میں) میں آپ کا پوائنٹ سمجھتا ہوں۔ (اس کا میں کوئی جواب نہ دونگا)

وکیل کے سوال جرح پر کہ کیوں قادیان آئے تھے۔ گستاخانہ لہجہ میں کہا۔ فرض کرو۔ میں ڈاکہ [illegible] ۔۔۔ وکیل گواہ سے کہا۔ اسے سمجھاؤ۔ ورنہ میں نوٹ

کرتا جاؤنگا۔

پھر کہا چونکہ میں اس وقت احمدی پھر کہا مرزائی تھا۔ جوش عقیدت میں آیا تھا۔ میں قادیان آکر فضل کریم کے پاس رہا۔ اس وقت میں کوئی کام نہ کرتا تھا۔ تعلیم میری پرائمری ہو گی یا مڈل۔ پھر میں فضل کریم کے پاس ملازم ہو گیا۔ میں مکینک کا کام کرتا تھا۔ مجھے بیس پچیس روپے ملتے تھے روٹی بھی انہی کے پاس کھاتا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کے ہاں کوئی رجسٹر ملازمین ہے۔ یہ غلط ہے کہ مجھے آٹھ روپے تنخواہ ملتی تھی۔

یہاں تک بیان ہوا تھا۔ کہ مقدمہ دوسرے دن کے لئے ملتوی ہوا۔

ڈاکٹری شہادت

اسسٹنٹ سرجن بٹالہ نے حسب ذیل شہادت دی:۔

میں نے عبدالرحمن ولد محمد وارث پٹھان عمر ۲۰ سال پرنٹر و پبلشر مباہلہ کا ۲۹ رمارچ سنہ ۳۰ء کو ساڑھے دس بجے دن کے معائنہ کیا۔ اور مندرجہ ذیل ضربات اس کے جسم پر دیکھیں:۔

(۱) کچلا ہوا زخم ایک انچ لمبا ½ انچ چوڑا جلد کی عمق کا سر کی چوٹی پر جس کا رخ سر کی چوڑائی کے رخ تھا۔ اور جو کہ دائیں کان سے ۵ انچ اوپر کی جانب تھا۔

(۲) ایک کچلا ہوا زخم ¾ لمبا ½ انچ چوڑا پیشانی پر ناک سے ۵ انچ اوپر۔

(۳) نیلگوں نشان ۲ انچ لمبا نصف انچ چوڑا سر کے بائیں جانب کان سے ½۱ انچ کے فاصلہ پر

(۴) ایک نیلگوں نشان ½۲ انچ لمبا ½ انچ چوڑا پیشانی کے بائیں جانب۔ جس کے ساتھ بائیں پلک نیلگوں اور متورم تھی۔

(۵) ایک کچلا ہوا زخم ۲ انچ لمبا نصف انچ چوڑا دائیں پیشانی کے دائیں جانب اوپر کے حصے پر۔

(۶) نیلگوں نشان ایک انچ × ایک انچ معہ ورم کلائی کے پچھلے اور اوپر کے حصہ پر۔

(۷) نیلگوں نشان ایک انچ × ایک انچ

(۸) لاٹھی مارک پشت کے دائیں جانب درمیان میں۔

(۹) [illegible] ۲ انچ پشت کے بائیں جانب کے نچلے حصہ پر۔

(۱۰) لاٹھی مارک بائیں پنڈلی کے نچلے حصہ پر۔

(۱۱) نشان رگڑ ایک انچ × ایک انچ گھٹنے کے بائیں جانب باہر کی طرف

(۱۲) نشان رگڑ بائیں ران کے سامنے درمیانی حصہ پر۔

(۱۳) لاٹھی مارک ۲ × ½ انچ پشت کے اوپر کے بائیں جانب کو۔

(۱۴) دائیں چوتڑ پر نیلگوں نشان اور ورم

نوٹ:۔ نمبرہ و نمبر ۱ کی دو نو ضربات زیر تجویز رکھی گئیں۔ اور باقی ضربات کے متعلق ضرب خفیف کا نتیجہ دیا گیا۔ ۸ راپریل کو میں نے پولیس کو اطلاع دی۔ کہ مضروب کی پیشانی کا زخم اچھا ہو گیا ہے۔ اور دس نمبر کی ضرب کے متعلق لکھا۔ کہ اس میں کوئی آواز رگڑ کی اور ہڈی کے بے قاعدہ ہونے کی علامت نہیں پائی گئی۔ چونکہ مریض بیان کرتا ہے کہ اسے دبانے سے شدید درد ہوتا ہے۔ لہذا اس کا ایکسرے کرایا جائے۔

۱۳ راپریل پولیس اسے ہسپتال سے لے گئی۔ میں نے اس کی ٹانگ کی ضرب کی وجہ سے سول سرجن کو دکھا لینے کا مشورہ دیا۔

میرے نزدیک تمام ضربات خفیف تھیں۔

اس کے بعد مقدمہ دوسرے روز پر ملتوی ہوا۔

بٹالہ کے ملزموں کا مقدمہ

پریذیڈنٹ صاحب جماعت احمدیہ بٹالہ کے مکان پر حملہ آور ہو کر انہیں زد و کوب کرنے اور ان کے مال و اسباب کو نقصان پہونچانے کے الزام میں جو لوگ گرفتار ہو چکے ہیں۔ ۲ رمئی مجسٹریٹ علاقہ نے بٹالہ سے گورداسپور جا کر ان کے مقدمہ کی سماعت کی۔ اور انہیں ضمانت پر رہا کرنے کی درخواست نامنظور کر دی۔ آئندہ پیشی ۱۳ رمئی مقرر ہوئی ہے۔

اس مقدمہ کے متعلق ابتدائی کارروائی جس ہوشیاری اور عقلمندی سے چودھری خورشید احمد صاحب سب انسپکٹر بٹالہ نے کی۔ وہ قابل تعریف ہے۔ ایسے لوگوں کی گرفتاریاں پورے امن کے ساتھ عمل میں لائی گئیں۔ جنہوں نے عوام کو پولیس کے خلاف سخت مشتعل کر رکھا تھا۔ اور بہت ممکن تھا۔ کہ ذرا بے احتیاطی ہو جاتی تو بات بہت بڑھ جاتی۔ مگر چودھری خورشید احمد صاحب پورے امن کے ساتھ ایسے لوگوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جو عرصہ سے امن پسند لوگوں کے لئے وبال جان بنے ہوئے تھے آجکل اس قسم کی احتیاط نہایت ضروری ہے۔ اور جو سرکاری حکام اس سے کام لیتے ہیں۔ وہ قابل تعریف ہیں۔

بے بنیاد شبہ پر گرفتار ہونیوالا احمدی چھوٹ گیا!

جس بھائی کے بٹالہ میں گرفتار ہونے کے متعلق اسی پرچہ میں کسی دوسری جگہ خبر درج کی گئی ہے۔ اس کے متعلق معلوم ہوا ہے۔ کہ پولیس نے اسے بالکل بے قصور پا کر چھوڑ دیا ہے۔ وہ کھانڈ کے آم ٹہنوں میں لگا کر شہر میں بیچا پھرتا تھا۔ کہ اس کوچہ کی طرف بھی چلا گیا۔ جہاں ستری رہتے ہیں۔ ان میں سے کسی نے اسے دیکھ کر شور مچا دیا۔ کہ یہ ہمیں قتل کرنے کے لئے آیا ہے چونکہ ان کے مکان پر پولیس کے سپاہی موجود رہتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے راستہ چلتے ہوئے کو فوراً گرفتار کرا دیا۔ لیکن پولیس کے انچارج افسر نے اسے بے گناہ قرار دیکر چھوڑ دیا۔

اس کے اسباب میں سے جو کسی دوسری جگہ رکھا ہوا تھا۔ ایک معمولی سی چھری پولیس کے ہاتھ آگئی۔ جس پر یہ شور مچا دیا گیا۔ کہ اس کے قبضہ سے چھرا نکلا ہے۔ حالانکہ اس نے وہ چھری کھلونوں کے لئے درختوں کی ٹہنیاں کاٹنے کے لئے رکھی ہوئی تھی۔ ضلع گورداسپور توان اضلاع میں سے ہے۔ جہاں ہر شخص کو تلوار رکھنے کی آزادی ہے پھر ایک معمولی سی چھری کے متعلق اس قدر شور و شر کس قدر نادانی ہے۔

ہم انچارج پولیس کی معاملہ فہمی کی تعریف کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایک بے قصور کو تھوڑی سی تکلیف کے بعد آزاد کر دیا۔ اور اس طرح ان تمام افواہوں کی تردید کر دی جو محض شرارت کی وجہ سے پھیلائی گئیں۔

(عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شایع کیا)